نمبر ۲۰۲۴ ل

رجسٹرڈ نمبر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حب وطن از ملک سلیمان خوشتر — خار وطن از سنبل و ریحان خوشتر
یوسف کہ بمصر پادشاہی می کرد — می گفت گدا بودن کنعان خوشتر

پانزدہ روزہ

کاکوری اخبار

[illegible]

جلد ۴ | چہار شنبہ یکم دسمبر ۱۹۳۷ء مطابق ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۵۶ھ | نمبر ۱۵

ادبیات

"خندۂ صبح"

از م۔ا۔ کاکوروی تسلیم

صبح اٹھنے آ گئی ہے بلنے عالم میں بہار — چار سو پھیلی ہوئی ہے یا ضیا حسن بہار
چپکے چپکے چل رہی ہے یہ گلاب افشاں نسیم — یا خراماں ہے سر گلشن وہ جان نو بہار
کیکیا تا تھرتھراتا ہے ستارہ صبح کا — یا مرا قلب حزیں بیتاب ہوا ہے بیقرار
طائران خوشنوا کی مست پروازیں کو دیکھ — رقص میں طاؤس بھی ہے یا گلستاں در کنار
ذرہ ذرہ سے نمایاں شاہد فطرت کا حسن — غنچہ غنچہ سے عیاں ہے جلوۂ پروردگار
اسطرف نغمہ سرا بلبل ہے با سوز و گداز — اسطرف فرط مسرت میں ہے طوطی نغمہ بار
کس کی کلیوں کی بھوروں کا تبسم الاماں — ہو رہا ہے جن پہ ہو کا ٹے جانا بار بار
ہر طرف پھیلی ہوئی ہے بوئے نسرین گلاب — کھل گئی ہے یا کسی کافر کی زلف مشکبار
سر کو گلشن میں آیا ہے وہی نازک ادا — دلفریبی جسپہ قرباں دلکشی جس پر نثار
اس لب رنگیں پہ رقصاں ہے تبسم کی جھلک — یا کنار گل میں ہے شبنم کا قطرہ بیقرار

ڈالی ڈالی پتی پتی سے یہ ہوتا ہے عیاں
ہو گیا ہے صبح کے جلوہ سے عالم پر بہار

اقوال

(۱) تو اسوقت تک میرا دوست ہے جب تک کوئی حاجت مجھے لاحق نہیں ہوتی اور جب مجھے تیری مدد کی ضرورت پڑی تو تیرے اور میرے درمیان کشیدگی کی وسیع خلیج حائل ہو جائیگی (عبداللہ بن معاویہ)

(۲) میرا دوست وہ نہیں جو مجھ سے بہت جلد ناراض ہو جائے یا جو میری غیر موجودگی میں دوسرے کو دوست بنائے۔ ہاں میرا دوست وہ ہے جس کی وفا دائم ہے اور جو ہر جگہ میرا راز محفوظ رکھے۔ (اکثیر عزہ)

(۳) اگر تجھے زمانہ چین نہ لینے دے تو تو بھی نبرد آزمائی پر آمادہ ہو جا
(سما ابن علی)

(۴) جاہل سے اسکے دشمن اتنا نقصان نہیں اٹھاتے جتنا کہ خود اسکو اپنی ذات سے پہونچتا ہے۔ (صالح بن عبدالقدوس)

(۵) اپنے مستقبل کو ماضی سے زیادہ شاندار بنانے کی کوشش کرو
(لانگ فیلو)

(۶) جسطرح بہار کے بعد خزان اپنے مایوس کن مناظر کیساتھ آجاتی ہے اسیطرح مسرتوں کے بعد آلام و مصائب کا دور دورہ شروع ہو جاتا ہے (شیکسپیئر)

(۷) اگر دنیا میں ریا اور نمود نہ ہو تو میرا خیال ہے کہ ہم موجودہ طرز معاشرت سے کہیں زیادہ بہتر اور خوشگوار زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ (ڈکنز) ۲۲

(۸) ۔۔۔ بچے بچے جھینٹے ۔۔۔ جاری رہتے ہیں اور اچانک پیدا ہونے والے خوفناک طوفان جلد ختم ہو جاتے ہیں (شیکسپیئر) (۹) زندگی ۔۔۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد ۴ | کاکوری اخبار | نمبر ۱۵

اُردو افسانہ نگاری

از مولوی تحسین الدین علوی صاحب بی اے کاکوروی

(۲)

گذشتہ سے پیوستہ

ایک انگریزی افسانے کی دلچسپی کا باعث جس کا عنوان

لارڈ آرتھر سیولس کرائم۔

ایک حیرت انگیز بارود کی گھڑی ہے۔ اس کا ہیرو اپنی مقصد برآری کیلئے اور جذبہ رشک و حسد سے مجبور ہو کر ایک عورت کی جان، اسی مہلک گھڑی سے لینا چاہتا ہے۔ اس گھڑی کو اک وقت مقررہ پر پھٹ کر اسکی زندگی کو ختم کر دینا چاہیے۔ مگر خوش قسمتی سے اس میں کوئی خرابی واقع ہو جاتی ہے اور اس عورت کی جان بچ جاتی ہے۔

اسیطرح انگریزی کا مشہور افسانہ بعنوان

ٹریبل اسٹرانگ ہینڈ ہے۔ جس کی ساری دلچسپی کا انحصار ایک حیرت انگیز گھومنے والے چھپر کھٹ پر ہے۔ ایک شخص چند اوباشوں کے پنجہ میں گرفتار ہو جاتا ہے یہ اوباش اسے اپنے ساتھ قمار بازی میں شریک کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ اور پھر یہ شخص خوش قسمتی سے ان اوباشوں کی پائی پائی جیت لیتا ہے اسی اثنا میں رات کافی آجاتی ہے اور اسے رات کو وہیں قیام کرنے کیلئے مجبور کیا جاتا ہے۔ بیچارہ مجبوراً قہر درویش برجان درویش وہیں شب باش ہونے کیلئے طیار ہو جاتا ہے بالآخر اُسے وہی کمرہ دیا جاتا ہے جہاں کہ پیشتر ہی سے شاطروں نے ایک ایسا پلنگ بچھا رکھا تھا جو اپنی مسلسل گردش سے حواس باختہ کر دیتا ہے اور وہ بمشکل ان ظالموں کے پنجوں سے نجات پاتا ہے۔

مندرجہ بالا وجوہات کے علاوہ ہمارے ملک کی عام ناقدری اُردو افسانہ نگاری کے حق میں ایک بڑی حد تک ضرر رساں ہے۔ یہ بات قابل افسوس ہے کہ ہمارے یہاں کے بہت سے مغرب زدہ حضرات دوسرے ملک کی ادنے سے ادنے شے کی تعریف میں رطب اللسان رہتے ہیں اور اپنے یہاں کے جواہر پاروں کیطرف ایک نگاہ بھی نہیں کرتے۔ اور اگر کوئی صاحب اپنے ذوق اور وسعت نظر کا اظہار کرتے بھی ہیں تو اسطرح کہ ان کا منشا تمام تر خوردہ گیری ہوتا ہے۔ صحیح اور سچی تنقید کو ادب کی نعمت تصور کرنا چاہیے۔ مگر مشکل تو یہ ہے کہ اس تنقید میں تعریض کا پہلو نمایاں ہوتا ہے وہ اُردو ادب کو مغربی معیار پر جانچنا چاہتے ہیں۔ ایسے نام نہاد نقاد ان ادب ذرا انصاف کو دخل دیں اور خیال کریں کہ بیچارہ ہندوستانی افسانہ نگار اپنے مقررہ حدود سے باہر کسطرح قدم نکال سکتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ انگریزی تعلیم یافتہ حضرات کے روبرو اُردو افسانہ نگاری کا نام لینا گویا اک اہم جرم ہے کیونکہ اُردو افسانہ انکی تفریح طبع کا سامان بمشکل مہیا کر سکتا ہے۔ انگریزی افسانے پڑھنے کے بعد پھر اُردو افسانوں سے لطف اندوز ہونا بھی اتنا ہی دشوار ہے جتنا کہ ایک لذیذ اور خوش ذائقہ غذا کے بعد اس سے ذرا بھی کم لذیذ غذا کا پسند خاطر ہونا۔ اگر مغربی ادب کے دلدادہ آج بھی اُردو ادب کے ساتھ ہمدردی اور دلداری سے پیش آنا شروع کر دیں تو یہ امید کیجا سکتی ہے کہ چند ہی عرصہ میں اس میں ایسی کشش اور دل آویزی پیدا ہو جائے گی کہ بالآخر وہ حضرات اسی کی زلفوں میں گرفتار نظر آئیں گے۔ اور ہمارا ادب بجائے کہ سخن شناسوں کی بے جا سکوت اور خاموشی سے داد طلب رہا ہے، دوسری ترقی یافتہ زبانوں کے پہلو بہ پہلو نظر آئے گا۔

ہمارے ادب میں جاسوسی ناول اور افسانوں کا سرمایہ نہایت ہی محدود ہے۔ اول تو اسکی وجہ یہ ہے کہ اس جانب توجہ ہی بہت کم کی گئی ہے۔ دوم اسلئے کہ ہمارے یہاں کی معاشرت میں وہ باتیں مفقود نظر آتی ہیں جو اس قسم کے افسانوں کیلئے مواد فراہم کر سکیں اس میں شک نہیں کہ ظفر عمر خاں نے جو اس قسم کی جاسوسی تصانیف سے اُردو ادب کی آبیاری کی ہے گراں قدر ہے مگر اس جانب ارباب فن نے بہت ہی کم توجہ کی ہے اور اگر کچھ حضرات نے ادھر توجہ کی بھی ہے تو ہنوز ماسبق تصانیف کے مقابلہ میں انکی تصنیفیں کچھ حیثیت نہیں رکھتی ہیں۔ شیرلک ہومس

(انگریزی کے مشہور جاسوسی افسانہ نگار کینن ڈائل

) کی معرکۃ الآرا تصنیف ہے۔ اس میں سراغ رسانی کے جو حیرت انگیز طریقے اختیار کئے ہیں، وہ بجائے

خود قارئین کی دلچسپی کا باعث ہیں۔ اس پر لطف یہ کہ اسرار سربستہ کے انکشاف میں کچھ ایسی ژرف نگاہی اور وسعت نظر سے کام لیا گیا ہے کہ پڑھنے والا حیرت و استعجاب کے سمندر میں غوطہ کھاتے ہوئے نظر آتا ہے۔ ابھی یہ بات اُردو جاسوسی افسانوں کو نصیب ہونا دشوار ہے مگر اس سے قطع نظر کرکے اگر ہندوستان کی مجموعی اخلاقی حالت کو ایک دوسرے نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے لئے ایک امید افزا مستقبل ضرور موجود ہے۔

انگریزی کے ادیب مسٹر جی۔ کے چسٹرٹن۔ ( ) کا خیال ہے کہ ( ) کیلئے بہت جلد دورِ تنزل کی ابتدا ہونے والی ہے بعضوں کا تو یہ خیال ہے کہ اسکا عروج ہی اس کیلئے پیام اجل لے آئیگا ہمیں ان امور سے بحث نہیں۔ دیکھنا یہ ہے اُردو ادب کیلئے جاسوسی ناول کس طرح مفید ثابت ہوں گے۔ مصنف ہذا کا خیال ہے کہ ایسے قصوں میں جنکا تعلق کشت و خون کی وارداتوں سے ہے حتی الامکان کردار نہایت شریف اور نیک اطوار ہونا چاہیں۔ اور ایسی حالت میں جبکہ ایسے کردار جن سے قارئین کو لامحالہ ایک حسن ظن پیدا ہو جاتا ہے کسی جرم کے مرتکب ثابت ہوں گے تو وہ کہیں زیادہ دلچسپی کا باعث ہوں گے۔ بہ نسبت ان مشکوک چال چلن کے کرداروں کے جن پر گو کہ قتل یا کسی واردات کا الزام نہ ثابت ہوا مگر پیشتر ہی سے پڑھنے والے کو ان سے ایک قسم کی بدظنی پیدا ہو گئی ہو۔ ادیب مذکور کے عقیدہ کے موافق ملکہ وکٹوریہ کا عہد حکومت ایسے افسانوں کیلئے زیادہ موزوں تھا کیونکہ اس عہد کے لوگ زیادہ تر معصوم ہوتے تھے۔ (بقیہ مضمون ص ۸ پر ملاحظہ ہو)

نقوش

کاکوری علیگس ایسوسی ایشن

ہم سے اکثر علیگڈھ کے تعلیم یافتہ حضرات نے دریافت کیا کہ چھ سات سال قبل تک عید کے موقع پر ایسوسی ایشن کی طرف سے جو ڈنر ہوتا تھا وہ کئی سال سے کیوں ملتوی ہو گیا ہے؟ ہم کو جہاں تک علم ہے ایسوسی ایشن کا وجود ہے لیکن سکریٹری صاحب جو اپنے خیال سے عملی آدمی ضرور معلوم ہوتے ہیں۔ وہی اسکا صحیح جواب دے سکتے ہیں کہ ایسوسی ایشن کا وجود ہے یا ختم ہو گئی۔ اگر وجود ہے تو ایسے ادارہ کو جس سے خوش دلی، تفریح اور یکجہتی کا مظاہرہ ہوتا ہے کیوں معطل کر دیا گیا۔

علیگرینس کے علاوہ قصبہ کے دیگر تعلیم یافتہ حضرات کو بھی ایسوسی ایشن سے دلچسپی پیدا ہو چلی تھی۔ اسی لئے ڈنر میں غیر ممبران کی شرکت کے لئے گیسٹ ٹکٹ کو جاری کیا گیا تھا ایسوسی ایشن سے دلچسپی ہو یا نہ ہو کم سے کم اس نام سے جو سالانہ ڈنر عید کے موقع پر ہوتا تھا اس میں خاصی چہل پہل پیدا ہو جاتی تھی اور سب سے بڑی چیز اتحاد و اتفاق کا اچھا مظاہرہ ہوتا تھا۔ جہاں تک ہم کو علم ہے ایسوسی ایشن کی تحویل میں ایک معقول رقم بھی تھی۔ اگر ایسوسی ایشن ختم ہو چکی ہے تو ہماری تجویز ہے کہ اس رقم کو کسی مفید ادارہ میں دیدینا چاہیے۔ یا سکریٹری صاحب مناسب سمجھیں تو ایک چھا ڈنر جو عام ہو دیدیں۔ اور ناشتہ پر دیں چونکہ عید قریب ہی آگئی ہے۔ ہم سکریٹری صاحب کو یاد دہانی کرتے ہیں ممکن ہے کہ وہ بھول گئے ہوں اور رقم جمع شدہ کی گڈی جس میں روپیہ اور نوٹ دونوں ہونگے الماری سے چوہے نہ گھسیٹ لیگئے ہوں۔ جن کی آجکل کثرت ہے۔

تعلقداری چراغ تلے اندھیرا

اس عنوان سے ایک طویل مضمون خانصاحب ڈاکٹر سید معراج رسول نے ہمارے پاس بھیجا ہے جو اخبارات میں شائع بھی ہو چکا ہے۔ مضمون میں تعلقداری قانون کے نقائص پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے اور یو۔پی کے حالیہ زمیندار کانفرنس کو اس کی فرو گذاشت پر توجہ دلائی گئی ہے کہ موجودہ تعلقداری قانون سے کس قدر حق تلفیاں ہوئی ہیں اور ہو رہی ہیں کہ تعلقدار کا صرف بڑا بیٹا جائداد پر مالک و قابض ہوتا اور دوسری اولاد صرف گذارہ پانیکی مستحق ہوتی ہے تعلقدار یا مالک جائداد نے جائداد ختم کر دی تو بجائے گذارہ دار کہیں کے نہ رہے۔ مضمون بہت مفید ہے اور تعلقداروں کیلئے خاص اہمیت رکھتا ہے ہمکو معلوم ہوا ہے کہ کسی سرگرم مسلمان ایم ایل اے نے آئندہ اجلاس اسمبلی میں تعلقداری قانون میں ترمیم کئے جانیکا رزولیوشن بھیجا ہے جس کے پاس ہونے کی نہ صرف ڈاکٹر صاحب کو بلکہ دیگر ہمدردوں کو کوشش کرنا چاہیے۔

قیصر باغ

(زیر نظر مضمون ناظر صاحب نے دہلی سے براڈکاسٹ کیا مضمون ہذا کا حق تالیف دہلی ریڈیو کمپنی کے ہاتھ فروخت ہو چکا ہے۔ اڈیٹر)

(از کے۔ ایم۔ بشیر احمد علوی بی اے (علیگ) ناظر کاکوری)

شاہان اودھ کے اجداد نے محمد شاہ رنگیلے کے دربار میں آنکھیں کھولیں اودھ کی صوبہ داری ملی تو محلات و باغات کی تعمیر کا مبارک خیال زبان و تمدن کے پرچار کا جذبہ ورثہ میں لائے اودھ کے بادشاہوں میں صرف دو بادشاہ ایسے گزرے ہیں جنہوں نے کھانے پینے رہنے سہنے زبان ادب و شاعری غرضکہ جملہ فنون میں اپنے مغل آقاؤں کے بنائے ہوئے دستور العمل پر چلنا فخر ہی نہیں سمجھا ان بادشاہوں کے نام نصیر الدین حیدر اور خاتم السلاطین واجد علیشاہ اختر تھے۔

لکھنؤ کی سرزمین پر آج جس قدر نفیس عمارتیں چھتر منزل سے حسین آباد مبارک تک اور حضرت گنج کے مقبرہ سے عیش باغ کے قبرستان تک ملیں گی وہ زیادہ تر انہیں دونوں بادشاہوں کی بنوائی ہوئی ہیں جانعالم واجد علیشاہ کو ولی عہدی کے وقت سے ایک باغ کی تعمیر منظور تھی اسلئے حضور باغ تعمیر کیا گیا لیکن وہ جس عنوان سے اس باغ کو بنوانا چاہتے تھے اس کی تکمیل نہ کر سکے۔ تخت نشین ہوتے ہی جانعالم نے ۱۸۴۸ء میں قیصر باغ کی بنیاد رکھی اور چار برس کی لگاتار محنت کے بعد ۱۸۵۰ء میں بچپن کے بھولے ہوئے خواب کی تعبیر ملی چار سال میں اس تعمیر پر اودھ کے سرکاری خزانہ سے اسی لاکھ روپیہ سے زیادہ خرچ ہوا۔ اودھ کے تاجدار اپنی مہر میں لفظ "قیصر" لکھا کرتے تھے اسی وجہ سے جانعالم نے اس جدید عمارت کا نام قیصر باغ رکھا لیکن ایک لطیف وجہ اور بھی ہے کہ جانعالم کی ایک صاحب محل قیصر دلہن تھیں بادشاہ کو ان کی ہر خاطر عزیز تھی لہذا جب یہ عمارت تیار ہوئی تو جانعالم نے قیصر دلہن کی رعایت سے اسکا نام قیصر باغ رکھدیا صاحب محل اور خاص محل میں ایک اصولی فرق ہے شاہان اودھ کی بیاہتا بی بی خاص محل کہلاتی تھی اور ہر وہ عورت جو شاہی خاندان سے نہ ہوتی بلکہ بادشاہ کی منظور نظر بنکر محل میں داخل ہوتی وہ صاحب محل کے خطاب سے سرفراز کیجاتی تھی۔

غدر سے پہلے قیصر باغ کے چاروں طرف عالیشان پھاٹک تھے جس کے تین پھاٹک پورب پچھم اور اتر پچھم جانب آج بھی قائم ہیں اور انپر تاجداران اودھ کے شاہی نشان بنت البحر ملچ اور ذوالفقار گزرے ہوئے زمانہ کی رنگ رلیوں پر نوحہ خوانی کر رہے ہیں لیکن اتر دکھن کے دروازوں کا وجود نہیں ہے شمالی مشرقی دروازہ کے آگے جا کر جلوخانہ تھا جس کے صحن میں شاہی جلوس آراستہ ہوا کرتے تھے یہیں ایک دروازہ تھا جو سراپردہ کہلاتا تھا ہمیشہ اس پر کاشانی مخملی پردہ پڑا رہتا تھا اس سے آگے بڑھکر چینی باغ تھا۔ آج بھی حضرت گنج کیجانب اسکا ایک پھاٹک موجود ہے اس باغ کے داہنی جانب چاندی والی بارہ دری تھی جسکا فرش چاندی کا بنا ہوا تھا اسی کے قریب بادشاہ منزل تھی جس میں جانعالم مقیم تھے اس عمارت کو نواب سعادت علیخاں نے اپنے عہد میں بنایا تھا جانعالم نے اس کو قیصر باغ کے نقشہ میں شامل کر لیا تھا اس دروازہ سے گزر کر قیصر باغ میں داخل ہوتے تھے اسی دروازہ کے قریب نواب علی نقی خاں کی محلسرا تھی بادشاہ منزل کے بائیں جانب عظیم اللہ خاں حجام شاہی کے مکانات تھے جو بادشاہ نے چار لاکھ روپیہ میں خرید کر کے قیصر باغ میں شامل کر دیئے تھے اور چولکھی کے نام سے مشہور تھے چولکھی کی عمارت آج بھی قائم ہے لیکن حد درجہ بوسیدہ۔ اس مشہور عمارت کا بہت بڑا حصہ نزول میں آگیا ہے جو تیا پارچہ ہو کر نیلام کے ذریعہ سے راجہ سے پرجہ تک پہنچ گیا ہے چولکھی میں کسی وقت خاص محلات و صاحب محلات کا قیام تھا اسی کے شمالی جانب آجکل قیصر باغ کا چوراہا ہے اور امین آباد چوک صدر۔ اسٹیشن و حضرت گنج کو سڑکیں جاتی ہیں۔ اس سے آگے ایک درخت تھا جس کے نیچے سنگ مرمر کا فرش تھا۔ اس درخت کے سایہ میں جانعالم برسات کے موسم میں جوگیا کپڑے پہن کر میلوں ٹھیلوں میں رعایا کو درشن دیا کرتے تھے یہاں سے آگے بڑھکر لکھی دروازہ تھا جس کی تعمیر میں ایک لاکھ روپیہ خرچ ہوا تھا اس کے قریب قیصر باغ کا چوک تھا جس کے گرد

مکانات بنے ہوئے تھے ان میں جانعالم کی ۳۰۰ حرمیں رہا کرتی تھیں یہیں سامنے وسیع میدان میں میاں اُمانت کی اندر سبھا بھی کھیلی گئی تھی جہاں جانعالم گلفام کا بھیس بھر کر راجہ اندر کے اکھاڑے میں اپنے محبوب کو چھڑانے گئے تھے اس سے آگے چلکر بھیر والی بارہ دری ہے جس میں آجکل موسیقی کا درس دیا جاتا ہے چند سال پہلے صوبہ کی لیجسلیٹو کونسل کا اجلاس اسی میں ہوتا تھا اس سے بھی پہلے کیننگ کالج اسی عمارت میں تھا شمالی جانب ایک حوض تھا جس میں واجد علیشاہ کی پریاں نہایا کرتی تھیں شب میں جلترنگ کے مخصوص جلسے رچائے جاتے تھے حوض کے اوپر جو پل تھا اس پر جانعالم چاندنی راتوں میں کھڑے ہو کر پریوں کے اشنان سے لطف اٹھاتے تھے اس حوض میں کیوڑا و گلاب ہی صرف بھرا جاتا تھا اور اشنان کے بعد پریاں پسے موتیوں کا بھبھوت بدن پر ملتی تھیں اس کے شمالی مغربی جانب وہ مشہور بارہ دری ہے جس میں آجکل انجمن تعلقداران اودھ کا صدر دفتر ہے اور مشہور جلسے اسی عمارت میں ہوتے ہیں جانعالم اس میں دربار کرتے تھے اور ایلچیوں کو باریابی کا موقع دیتے تھے لکھی دروازہ کے پچھم جانب وہ مشہور عمارت ہے جس کو روشن الدولہ نے تعمیر کیا تھا جس میں آجکل ڈپٹی کمشنر کی عدالت ہے اسی کے داہنی جانب ایک جلو خانہ تھا اور قیصر پسند کی عمارت تھی اسکا دروازہ بھی لکھی دروازہ کیطرح ہے۔ اس سے کچھ دور مغرب کیجانب روشن بلاس۔ فرح بخش چھتر منزل کلب لال بارہ دری چھوٹا چھتر منزل۔ تارہ والی کوٹھی و ریذیڈنسی کی عالیشان عمارتیں ہیں جن میں آجکل سرکاری دفاتر ہیں اور کبھی شہنشاہ نصیر الدین کے محلات تھے۔ شمالی جانب بٹلر پارک میں سر ہارکورٹ بٹلر سابق گورنر کا مجسمہ گھوڑے پر سوار ٹوپی ہاتھ میں لئے ہر تماشائی کو سلام کر رہا ہے اور شمالی مشرقی جانب اودھ جمخانہ کے ٹینس لان اور کلب کی عمارت ہے اور دو مقبرے شمال اور مشرق کیجانب نواب سعادت علیخاں اور انکی خاص محل خورشید زادی کے ہیں۔ جب قیصر باغ کی تکمیل ہو گئی تو بہت شاندار "جشن فیروزی" منایا گیا۔ ہفتہ بھر تمام شہر کو نمائش کی دعوت دیگئی شعرائے نامدار نے قیصر باغ کی شان میں شہد و قصائد لکھے اور انعامات سے سرفراز ہوئے۔

آج قیصر باغ کے مکانات بیگمات شاہی کے پاس نہیں رہیں بلکہ وفادار تعلقداروں کی بستی ہیں اس میں لان ہیں محلات ہیں عیش و عشرت ہے ہر جگہ چہل پہل ہے عوام کا مجمع ہے امیر الدولہ پبلک لائبریری ہے۔ مردہ عجائب خانہ کا بھی ایک حصہ ہے۔

دنیا بدل گئی بادشاہ گھر سے بے گھر ہوئے حکومت میں انقلاب ہوا لیکن آج بھی جب کوئی قیصر باغ سے گزرتا ہے تو اپنی زندگی میں ایک کیف محسوس کرتا ہے قیصر باغ کی بارہ دری کو دیکھکر جانعالم کے دربار کی یاد تازہ ہو جاتی ہے جب انجمن تعلقداران اودھ کیجانب سے کسی وائسرائے کو دعوت دیجاتی ہے آتش بازی چھوڑی جاتی ہے برقی چراغان ہوتا ہے۔ وقتی چہل پہل ہوتی ہے اس وقت جانعالم کے عیش و عشرت کی ایک ہلکی سی چلتی پھرتی چھاؤں آنکھوں کے سامنے گزر جاتی ہے قیصر باغ کی عمارت آج بھی قائم ہے زرد رنگ کے فقیرانہ رنگ میں رنگی ہوئی ہے یہ عمارت پہلے بھی تھی اور دو صدیوں کے بعد بھی ہوگی کیوں نہ اسکی بنیاد ہی کچھ ایسی مبارک گھڑی میں پڑی تھی کہ انقلابات عالم کے باوجود اسکی مرکزیت میں کوئی فرق نہیں آیا ہے۔

قیصر باغ تو نے جانعالم کا جوگیا نہ میلہ دیکھا شعرا کی باریابی دیکھی داد و دہش کے تماشے دیکھے رہس میں بلقیس پری کا نیم برہنہ رقص دیکھا۔ کرشن لیلا میں محبوب بیگم کا بھروپ دیکھا اندر سبھا میں جانعالم کو روپ بھرتے قاف کی پریوں کو اڑتے اور حسن و عشق کی بجلیوں کو بکھرتے دیکھا شاعروں کے مجمعے دیکھے خدائے سخن انیس کے مرثیے سے خوبرویوں کے جلوہ دیکھے بٹیروں کی پالیاں دیکھیں مرغوں کی لڑائیاں دیکھیں افیونیوں کی بہاریں دیکھیں بیت بازی کے جلسہ دیکھے فقرا کے لٹتے دیکھے ہاتھی و گینڈوں کی لڑائیاں دیکھیں شام اودھ کی رنگینیاں دیکھیں دیکھیں ہی نہیں ان سے لطف بھی اٹھایا لیکن ہاں تو نے انہیں آنکھوں سے انقلاب کی وہ ہیبتناک تصویر بھی دیکھی جب تیرا راج لٹا سہاگ ٹوٹا لیکن خالق اکبر کو تیرے حال پر رحم آیا انگریزوں نے تجھ کو سنوارا اور ان کے راج میں دوبارہ سہاگ پاکر (بقیہ مضمون صفحہ پر ملاحظہ ہو)

"خوشخبری"

قابل ستائش و مبارکباد ہیں وہ ہستیاں جن کے قلوب میں موجودہ پرفتن دور میں یہ جذبۂ صادق پیدا ہو کہ اس گئے گزرے زمانہ میں جبکہ چہار جانب اسی کا دور دورہ ہے کہ مغربی تہذیب و طرز معاشرت کو بصورت تعلیم اس طور پر حاصل کیا جائے کہ فرنگیان یورپ اور ہندوستانی اقوام میں کوئی امتیاز باقی نہ ہے۔ اور ہر شخص کی اُمنگ و خواہش یہ ہو کہ وہ اپنے بچہ کو مغربی طرز و تعلیم دیکر اس کا متمنی ہو کہ ہمارا نونہال فرزند دنیاوی جاہ و عزت کو حاصل کرے مگر برخلاف اس کے وہ مبارک ہستیاں کہ جن کے قلوب میں ایمان و اسلام کا ٹمٹماتا چراغ روشن ہو اور ان کی نظر کی وسعت کی جولانگاہ صرف اس نقطہ نظر پر آکر ختم ہو جاتی ہو کہ اس گئے گذرے زمانہ میں بھی ہمارے دل میں دبی حقیقی تعلیم کا جذبہ ہے کہ جس کو حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم نے طرح طرح کے مصائب جھیل کر باقی رکھا اور آج بھی جبکہ اس اسوۂ حسنہ کی ترویج کو چودہ سو سال گذر چکے ہیں مگر پھر بھی اس کو زندگی اور حیات جاودانی بخشی جائے تاکہ حضور کا وہ ارشاد جو کہ حقیقی معنی میں علم دین کی جانب مشیر ہے یعنی

طلب العلم فریضۃ علےٰ کل مسلم و مسلمۃ ؕ

صحیح طور پر قابل عمل ہو سکے۔ غرض کہ اسی جذبہ کے ماتحت ہم آج یہ دعوے کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا قصبہ کاکوری جو کہ ہمیشہ علمی و عملی کارناموں میں خصوصی امتیاز کا مالک رہا ہے خصوصًا جناب مولوی انوار الحسن صاحب ڈپٹی مجسٹریٹ کا کوری کا خاندان کہ جنھوں نے ابتدا ہی سے ایسے دور میں جبکہ ان کے خاندان کے دیگر افراد مغربی تعلیم کی جانب بڑھتے چلے جا رہے تھے مگر پھر بھی اس سے نہ متاثر ہوتے ہوئے اپنے فرزند مولوی حاجی مصطفےٰ الحسن علوی ایم اے فاضل دیوبند کو صرف علم دین کی تکمیل کیلئے دیوبند روانہ کیا اور ماشاء اللہ انھوں نے نہایت ہی مستعدی و جانفشانی کے ساتھ تکمیل علم دین کی کہ جن کی قابلیت و علمی استعداد کسی فرد و بشر پر مخفی نہیں اسی پر بس نہ ہوا بلکہ اس کے بعد آپ کے پوتے مولوی حافظ حسن احمد علوی فاضل دیوبند و مولوی حافظ محمد حسین علوی شمس فاضل دیوبند خلف جناب مولوی حاجی محمد حسن صاحب علوی مالک انوار بک ڈپو لکھنؤ کو بھی بغرض حصول تعلیم علم دین دیوبند روانہ کیا گیا اور آج ہم کو اس بات پر نہایت ہی مسرت و خوشی ہے کہ وہ دونوں دیوبند سے تکمیل علم دین اور سند حدیث و سند فراغت حاصل کر کے آگئے ہیں۔ ان لوگوں کی اس کامیابی پر مبارکباد دیتے ہوئے جناب مولوی حاجی انوار الحسن صاحب و جناب مولوی حاجی محمد حسن صاحب کو بھی مبارکباد کا ہدیہ حقیر بصورت اس کے پیش کرتے ہیں کہ خدا کرے کہ یہ دونوں جن جذبات کے ماتحت دار العلوم دیوبند روانہ کئے گئے تھے اور اس کے بعد انھوں نے جس ذوق و شوق کے ساتھ اسکی تکمیل کی اسی طرح سے وہ آئندہ بھی حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو زندہ و تا حیات نیک عمل کرنے میں کوشاں ہیں و نیز خدا کرے ان دونوں کے قلوب میں ایمان و اسلام کی سچی تڑپ اور جذبۂ صادق پیدا ہو تاکہ اس کے ذریعہ وہ لوگ عوام کو فائدہ پہونچا سکیں۔ آمین ثم آمین

…… !! خاکسار عتیق علوی کاکوروی

بقیہ مضمون صفحہ ۵

لو آج دلاری بنکر آج بھی ۸۰ برس کے سن میں چشم بد دور محل کی دلہن ہے۔

قیصر باغ کی کہانی ختم ہو گئی آج نہ سلطنت اودھ ہے اور نہ اس دور کے دیکھنے والے۔ نہ معلوم ناظر نے کتنا سچ کہا کتنا جھوٹ قیصر باغ تجھکو آخری سلام اور تیرے بنانے والے پر خدا کی رحمت میری پیشین گوئی ہے کہ تو قائم رہے گا اور ہمیشہ تیرے در و دیوار اسی طرح آنے والی نسلوں کو اپنی داستان سنا کر محو حیرت بناتے رہیں گے۔

وطن کی خبریں

نوٹ :- اعزہ، احباب اور سب اہل وطن سے جو باہر ہیں خواہ وطن میں گذارش ہے کہ اپنے یہاں کی قابل اندراج خبریں بغرض اطلاعات دفتر میں روانہ کرکے مشکور کرتے ہیں۔ — اڈیٹر

موسم :- اب سردی میں کچھ اضافہ ہو گیا ہے۔ دن کو دھوپ اب ناگوار نہیں ہوتی اور رات کو بند کرہ میں لحاف اوڑھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ موسم خوشگوار ہے۔

آب و ہوا | کوئی شکایت نہیں سنی گئی۔ سحری کے لئے اٹھنے یا اور کسی بے احتیاطی کے سبب معمولی نزلہ زکام ہو جاتا ہے۔ جہاں تک معلوم ہوا ہے آجکل آب و ہوا اچھی ہے۔

تراویح | جن مساجد میں پہلے ہی دن سے تراویح شروع کی گئیں تھیں وہاں ختم کلام پاک کا سلسلہ ۸، ۹ رمضان سے شروع ہو گیا۔ کہیں دوسرے ہفتہ اور بعض مساجد میں تیسرے ہفتہ میں بھی کلام مجید شروع ہوئے ہیں۔

کامیابی امتحان | ہم کو یہ سنکر بڑی خوشی ہوئی کہ حافظ محمد حسین علوی شمس خلف حاجی مولوی محمد حسن علوی صاحب (شیخ سعدی محلہ) دار العلوم دیوبند سے تعلیم ختم کرکے اور فاضل حدیث کی سند لیکر آ گئے ہیں۔ ہم دلی مبارکباد پیش کرتے ہوئے کامیاب زندگی بسر کرنے کی دعا کرتے ہیں۔

ولادت | (۱) معلوم ہوا کہ منشی شبیر احمد علوی القادری بی ۔ اے (بادلی) کے گھر میں بمقام لکھنؤ ۱۱ر نومبر ۳۶ء کو لڑکی پیدا ہوئی۔ خداوند کریم مبارک کرے بچی اقبال مند ہو اور عمر طبعی کو پہونچے۔

(۲) مومن آباد کی اطلاع سے معلوم ہوا کہ ۲۲ر رمضان ۱۳۵۵ھ کو بوقت ظہر منشی مسعود احمد صاحب کے یہاں دختر تولد ہوئی۔ اللہ تعالے مبارک فرمائے اور مولود کی عمر دراز و صاحب اقبال ہو۔

(۳) سنا گیا ہے کہ بمقام بھوپال حافظ شاہ اکرام علیصاحب کے نواسہ تولد ہوا ہے۔ اللہ جل شانہ مبارک فرمائے اور صاحب اقبال کرے۔

دعوت افطار | گذشتہ جمعہ ۲۰ر نومبر مطابق ۲۴ر رمضان المبارک کو قاضی راشد علیخاں عباسی نے اپنے خاص اعزہ اور احباب کو پُر تکلف دعوت دی۔ مجمع کافی تھا۔

صحت و سکون | (۱) دوسرے ہفتہ رمضان میں والدۂ مولوی خلیل احمد عباسی کو بمقام لکھنؤ شدید دورہ درد گردہ کا ہوا تھا حالت بہت نازک ہو گئی تھی فوراً طبی امداد پہونچ جانے سے افاقہ ہوا۔ اب بفضلہ تعالے اچھی ہیں صرف قدرے ضعف باقی ہے۔ دوا کا استعمال ہو رہا ہے۔

(۲) حاجی مولوی انوار الحسن صاحب کو گذشتہ عشرہ میں پیر کے گھٹنوں میں درد کی تکلیف رہی۔ چلنے پھرنے بلکہ ذرا سی جنبش میں تکلف ہوتا تھا۔ اب وہ شدائد تو نہیں ہیں لیکن ہنوز اثر باقی ہے۔ اللہ تعالے جلد تکلیف رفع فرمائے۔

(۳) بیگم حبیب اللہ ابھی تک کوئن میری اسپتال میں ہیں۔ زخم کی حالت اچھی بیان کیجاتی ہے۔ اس درمیان میں ان کو بخار آنے لگا تھا۔ اسمیں بھی اب کمی ہو گئی ہے۔ خداوند کریم پوری صحت و تندرستی کے ساتھ ان کو اسپتال سے واپس لائے۔

(۴) اہلیہ سید افتخار علیصاحب (دلی نگر) جن کے یہاں توام اولاد ہونے کی گذشتہ پرچہ میں اطلاع دیگئی تھی بفضلہ تعالے اسپتال سے بخیریت واپس آ گئی ہیں۔ زچہ اور دونوں بچے اچھے ہیں۔

علالتیں | (۱) سنا گیا ہے کہ بھوپال میں منشی سعید احمد صاحب (برادر علاتی منشی مسعود احمد صاحب) جناب حافظ اکرام علیصاحب قلندر کے داماد کے والد مرض اسہال میں علیل ہیں اللہ تعالے صحت عاجلہ و کاملہ عطا فرمائے۔

(۲) مولوی احمد حسن علوی بی اے (شیخ سعدی محلہ) ۱۴ر نومبر کو ریڈیم کے علاج کے سلسلہ میں پٹنہ گئے تھے کئی دن ہوئے واپس آئے ہیں۔ ریڈیم کے عمل سے گلے کی گلٹی میں کچھ فرق محسوس ہوا ہے خدا کرے اس طریقہ علاج سے پورا فائدہ ہو۔ اب ۶ر دسمبر کو پھر پٹنہ جائیں گے۔ اس طرف ان کے کولے کی ہڈی میں درد معلوم ہوا اور بخار بھی آنے لگا تھا۔ اب نسبتاً سکون ہے۔

(۳) آغا محمد عاصم بی۔ اے خلف ڈاکٹر محمد ہاشم صاحب کے متعلق معلوم ہوا کہ ٹائفائیڈ بخار میں مبتلا ہوگئے ہیں اللہ تعالے جلد بخار کو دفع کرکے ڈاکٹر صاحب کو مطمئن فرمائے۔

(۴) اہلیہ بابو جگدیش نرائن (محلہ کانستھان) کی علالت کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ ولادت کے بعد سے بخار نے کچھ ایسی صورتیں اختیار کیں کہ حالت تشویشناک ہوگئی ہے۔ دیوالی کے بعد بخار میں کمی ہوئی تھی اور کچھ غذا بھی ہونے لگی تھی کہ ۱۳ نومبر کے بعد سے پھر تیز بخار بڑھنا شروع ہوا اور تیز بخار رہنے لگا۔ ۲۰ نومبر کو مریضہ کو لکھنؤ مشن اسپتال میں داخل کرادیا گیا ہے۔ کمزوری حد سے زیادہ بڑھی ہوئی ہے جس کو ایک علیحدہ ہی مرض سمجھنا چاہیے مس ڈگلس نے پیٹ میں کچھ گلٹیاں بھی پائی ہیں جنکو وہ ٹی۔ بی کہتی ہے۔ اللہ تعالے رحم فرمائے اور مریضہ کو جلد صحیح و تندرست کرکے کاکوری واپس لائے۔

متفرقات

(۱) حیدرآباد کی ایک تحریر سے معلوم ہوا کہ مولوی نظام الدین حید رعباسی صاحب، ڈائرکٹر محکمہ زراعت نے حیدرآباد میں مقیم اہل وطن واعزہ کو رمضان سے قبل پر تکلف پارٹی دی اور سب کا گروپ (تصویر) بھی لیا گیا جو یادگار رہے گا۔

(۲) گورنمنٹ آف انڈیا، ہسٹاریکل ریکارڈس کمیشن کے جو اجلاس ۱۲، ۱۳ دسمبر ۳۴ء کو بمقام لاہور ہونے والے ہیں۔ اس کے سلسلہ میں جو نمائش ہوگی اس میں حصہ لینے کے لئے ریاست حیدرآباد سے شیخ محمد امتیاز علیصاحب بھی اپنے محکمہ کے افسر اعلیٰ کے ساتھ (جو ریاست کی طرف سے کمیشن میں نمائندگی کریں گے) لاہور ۹ دسمبر کو جانیوالے ہیں امتیاز علیصاحب لاہور سے واپسی پر دہلی کا امپیریل ریکارڈس آفس دیکھنے کے بعد غالباً کاکوری بھی چندروز کے لئے آئیں گے اور مرزاپور ہوتے ہوئے حیدرآباد واپس جائیں گے۔

(۳) سنا ہے کہ منشی مسعود احمد صاحب، سررشتہ دار عدالت منصفی مومن آباد (دکن) سے تبدیل ہوکر آسٹنٹ ضلع بیڑ گئے ہیں۔

(۴) یہ سن کر خوشی ہوئی کہ شجاعت علی عباسی سلمۂ کا انتخاب حیدرآباد سول سروس میں ہوا ہے۔ باری تعالے امتحان مقابلہ میں ان کو کامیابی عطا فرمائے۔

بقیہ مضمون صـ۳

بقیہ۔ اس نقطۂ نظر کی رو سے ہندوستانی معاشرت جاسوسی افسانوں کو فروغ دینے میں کافی مدد کرسکتی ہے۔ کیونکہ بفضلہ ابھی ہندوستانیوں کے دامن ان انسانیت سوز اور رذیل افعال کے ارتکاب سے پاک ہیں جن میں اسوقت قریب قریب تمام یورپ مبتلا ہے امریکہ اور میکسیکو میں جرائم کی ایسی گرم بازاری ہے کہ کہتے ہیں وہاں ہر پینتالیس منٹ کے وقفہ پر اک قتل کی واردات ہوتی ہے ہندوستانی لاکھ مغرب زدہ ہو گئے ہیں پھر بھی ان میں بیشتر ان جرائم سے اجتناب کرتے ہیں اور اگر ایسے معصوم حضرات عمداً کسی برے فعل کے لئے کمربستہ ہوجائیں اور پھر اُس کا سراغ لگا لیا جائے تو وہ زیادہ دلچسپی کا ذریعہ ثابت ہوگا۔ یہاں پر آرٹ کے ایک اصول کو بھی یاد رکھنا چاہیے۔ جاسوسی ناول اور افسانوں میں سب سے زیادہ تفریح کا باعث برے کردار کا وہ طریق عمل نہیں ہوتا جس کے ذریعہ سے وہ اپنا مقصد حاصل کرنا چاہتا ہے بلکہ دراصل یہ خیال ہوتا ہے کہ ایسے شریف اور نیک چلن شخص کی ذلیل حرکت میں اس کے ضمیر نے کیوں مداخلت نہ کی اور اسے اس راہ پر چلنے کی کیوں اجازت دے دی جہاں آخرکار اس کی تمام آبرو اور عزت کا خون ہوگیا۔

ان امور کے علاوہ دوسری جو چیز اُردو فسانہ نگاری کی ترقی میں حائل ہے وہ فن افسانہ نگاری کی عام ناواقفیت ہے آنا تو ہر شخص جانتا ہے کہ جواہرات اپنی اپنی جگہ بیش قیمت ہوتے ہیں مگر جوہری کی تراش خراش سے ان میں ایک نمایاں دلفریبی پیدا ہوجاتی ہے۔ اسی طرح ایک معمولی پلاٹ پر جب ایک ماہر فن کی توجہ مبذول ہوتی ہے تو اس میں ایک عجیب ندرت پیدا ہوجاتی ہے۔ (باقی آئندہ)

(اطلاع:۔ نئے اخبار کے اجراء کے وقت ڈاکخانہ سے رجسٹرڈ نمبر حاصل کرنے کی درخواست کے ساتھ پچاس خریداران اخبار کی ایک فہرست داخل کرنا پڑتی ہے لیکن اس مرتبہ ڈاکخانہ والوں نے نئی جدت کی ہے اور اخبار کے رجسٹرڈ نمبر کی)

(دی یونائیٹڈ انڈیا پریس لکھنؤ میں باہتمام سید توسل حسین چھپوا کر دفتر کاکوری اخبار مولوی محلہ (لالہ الٰہی) سے سید محمد مشیر الدین نے شائع کیا)